International Research Journal of Arabic and Islamic Studies, Vol.:03, Issue: 01, Jan-Jun 2023
pp:224 - 248

OPEN ACCESS
IRJAIS
ISSN (Online): 2789-4010
ISSN (Print): 2789-4002
www. irjais.com

عبادات سے متعلق احیاء العلوم میں بیان کردہ تفسیری اقوال کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Tafsir Sayings Explained in Ahya Al-Uloom regarding Ibadat

Muhammad Siddique
PhD. Scholar Islamic Studies,
Minhaj University Lahore, Pakistan.

Fraz Ahmed
Lecturer, Islamic Studies,
Minhaj University Lahore, Pakistan.

Dr. Hafiz Asif Mehmood
Assistant Professor, Islamic Studies,
Minhaj University Lahore, Pakistan.

Abstract

In the Quran, "libasan" refers to physical clothing, "risha" to adornment, and "libas al-taqwa" to the inner garment of modesty and piety. According to Imam Ghazali, Allah has provided both physical attire and the inspiration for inner piety. For gaining knowledge, it is essential for the heart to be cleansed of bad morals, as knowledge is a form of worship and a means of drawing closer to Allah. "Kun fayakoon" illustrates God's creative power, where His will instantly brings things into existence. Prayer is a fundamental pillar of Islam, embodying worship, servitude, and unity, and the call to prayer (Adhan) announces the congregational prayer. Charities and zakat should be given publicly to encourage others, and the true deserving are those who do not ask. In Hajj, offering a fine animal for sacrifice is crucial for piety, not for show. Recitation of the Quran should be done with ablution, respect, and tranquility. According to Hazrat Ali, recitation while standing is the most virtuous.

Keywords: Modesty, Pietry, embodying, Servitude, Unity

CC BY

تعارف موضوع

راہ آخرت کا علم جس پر اسلاف عمل پیرا ہوتے تھے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں فقہ، حکمت، علم، روشنی، چمک اور رشد وہدایت کا نام دیا ہے یہ مخلوق کے درمیان سے تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ چونکہ یہ بات دین میں ایک بہت بڑا رخنہ اور نہایت تاریک مصیبت ہے اس لیے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم الدین کے نام سے کتاب کو مرتب کیا تاکہ دینی علوم کو دوبارہ سے زندہ کیا جاسکے۔ اسلاف کے راستوں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے نزدیک جو علوم لوگوں کے لیے نفع بخش تھے ان کو واضح کرنے کے لیے احیاء العلوم کو چار بنیادی حصوں میں تقسیم کیا گیا یعنی (۱) عبادات، (۲) عادات، (۳) مہلکات، (۴) منجیات۔ اور عبادات کو ذیلی دس ابواب میں تقسیم کیا گیا مثلاً (۱) علم، (۲) قواعد عقائد، (۳) طہارت کے اسرار، (۴) نماز کے اسرار، (۵) زکوٰۃ کے اسرار، (۶) روزہ کے اسرار، (۷) حج کے اسرار، (۸) تلاوت قرآن کے آداب، (۹) اذکار اور دعائیں، (۱۰) اوقات کے اعتبار سے وظائف کی ترتیب۔ مگر علم کی اہمیت کے پیش نظر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کا آغاز "کتاب العلم" کے عنوان کیا ہے۔

علم کا بیان

انسان نے اپنی اجتماعی زندگی کے لیے جن اداروں کو منظم کیا اور ان کے ذریعے اجتماعی زندگی کے تسلسل کو قائم رکھا ان میں تعلیم کا ادارہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ تعلیم دراصل ایک نسل کے تجربات کو دوسری نسل میں منتقل کرنے کا نام ہے۔ معلومات بہم پہنچانے کے سادہ سے عمل نے ایک انتہائی پیچیدہ اور وسیع نظام کو بنیاد فراہم کی ہے۔ کسی معاشرے کے اجتماعی شعور اور انفرادی تشخص کے ارتقاء کا دارومدار زیادہ تر تعلیمی اداروں پر ہے۔ جو ماحول تعلیمی درس گاہوں کا ہو گا وہی ماحول کسی نہ کسی طرح پورا معاشرہ اپنائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قوم اپنے تعلیمی نظام اور تعلیمی درس گاہوں کی عظمت پر بہت زور دیتی ہے۔ قومی زندگی میں نظام تعلیم کی وہی حیثیت ہے جو فرد کیلیے اس کے دماغ کی ہوتی ہے۔ اگر دماغ کسی ساحر کی سامری اور کسی ساحری کے طلسم کا شکار ہو جائے تو فرد کی ساری حرکات وسکنات اسی کے منشاء کے مطابق نمودار ہوں گی، خواہ وہ اپنی جگہ یہ سمجھتا رہے وہ اپنی آزاد سوچ سے ہر اقدام کر رہا ہے۔ دراصل ایمان وفکر کو کسی بھی نقشے پر نشوونما دینے میں کسی قوم کے نظام تعلیم کو بہت ہی موئثر دخل حاصل ہوتا ہے۔ نظام تعلیم ہی نسلوں کو کسی بلند نصب العین کی پرواز کرنے کے لیے فکر وحکمت کے بال وپر دیتا ہے۔

علم وحکمت سے بھر کتاب لاریب قرآن مجید کے تقریباً ۷۸ ہزار الفاظ میں سب سے پہلا لفظ جو اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پہ نازل فرمایا وہ ''اِقْرَأْ'' ہے، یعنی پڑھیئے۔ اور قرآن مجید کی ۶ ہزار آیتوں میں سب سے پہلے جو ۵ آیتیں نازل فرمائی گئیں ان سے بھی قلم کی اہمیت اور علم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ علم کی فضیلت وعظمت، ترغیب وتاکید مذہب اسلام میں جس بلیغ ودل آویز انداز میں پائی جاتی ہے اس کی نظیر اور کہیں نہیں ملتی، تعلیم وتربیت، درس وتدریس تو

گویا اس دین برحق کا جزو لاینفک ہو۔ رسول محتشم ﷺ اپنے ماننے والوں کو ہمیشہ حصولِ علم کی رغبت اور تلقین فرماتے، غزوہ بدر کے موقع پہ آپ ﷺ ہر اس قیدی کو جو مدینہ کے دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھاتا تھا آزاد فرمادیتے تھے۔ اس عمل سے اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی نظر میں تعلیم کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء علوم الدین کی جلد اول میں عبادات کے عنوان کے تحت دس مختلف عنوانات کے چیزوں کو ذکر کیا جن میں پہلا عنوان / باب علم کے متعلق ہے اوراور یہ مزید سات ابواب پر مشتمل ہے۔ مثلاً ا۔ علم، تعلیم اور تعلم کی فضیلت، ۲۔ فرض عین اور فرض کفایہ علوم، علم فقہ اور علم کلام کے علم دین ہونے کی حد اور علم آخرت و علم دنیا کا بیان، 3۔ ان مذموم علوم بیان جنہیں عوام علم دین سمجھتے ہیں نیز اس بات کا بیان کہ کون سالم کتنا مذموم ہے، 4۔ آفاتِ مناظرہ اور لوگوں کے اختلافات اور جھگڑوں میں مشغول ہونے کی وجوہات کا بیان، 5۔ استادو شاگرد کے آداب، 6۔ علم اور علماء کی آفات اور علماء دنیا و علماء آخرت کے درمیان فرق کرنے والی علامات کا بیان، 7۔ عقل، اس کی فضیلت، اس کی اقسام اور اس کے بارے میں وارد روایات کا بیان ۔ چونکہ پہلا باب علم، تعلیم اور تعلیم کی فضیلت اور اس کے عقلی و نقلی دلائل پر مشتمل ہے۔ اس کی پہلی فصل میں علم اور علماء کی فضیلت متعلق ۱۴ فرامین باری تعالیٰ اور اٹھائیس (۲۸) احادیث مبارکہ کو ذکر کیا جس میں نبی کریم ﷺ کے فرامین مبارکہ سے یہ واضح کیا کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ اور ہدایت توفیق عطا فرماتا ہے([1]) اور اہل علم کے شرف و منزلت کو مزید واضح کرنے کے لیے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **العلماء ورثة الانبياء**([2]) کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ جس طرح نبوت سے بڑھ کر کوئی مرتبہ نہیں اسی طرح نبوت کی وراثت سے بڑھ کر کوئی عظمت نہیں۔ اور علم کی فضیلت پر مشتمل بیس (۲۰) بزرگان دین کے اقوال سے آراستہ کیا گیا ہے اور اس باب کی دوسری فصل علم حاصل کرنے کی فضیلت سے متعلق ہے جس میں حصول علم کی فضیلت پر مشتمل دو (۲) آیات قرآنیہ، دس (۱۰) احادیث مبارکہ اور گیارہ (۱۱) بزرگان دین کے اقوال کو اپنے منتخب کردہ عنوان کے تحت لائے ہیں اور تیسرا عنوان اس باب کا علم سکھانے کی فضیلت ہے اس فصل کے اندر علم سکھانے کی فضیلت پر مشتمل چھ (۶) آیاتِ قرآنیہ، سترہ (۱۷) احادیث مبارکہ اور بارہ (۱۲) بزرگان دین کے اقوال کو ذکر کیا۔ تو علم کا پہلے باب میں تین فصلوں میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تین باتوں کو مد نظر رکھ پر اپنے عنوان کو آگے بڑھایا کہ سب سے پہلے عنوان قائم کرنے کے بعد اس عنوان سے متعلق جتنی آیات کریمہ ہوتی ہے ہیں ان کو ذکر کرتے ہیں اور دوسرا اس کے متعلق چند مشہور احادیث مبارکہ بطور استشہاد لاتے ہیں اور یہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ تحقیق ہے اور بعد میں اپنے موقف سے متعلق بزرگان دین کے اقوال کو ذکر کرتے ہیں تاکہ بات صحیح طرح سمجھی جاسکے۔

جن میں چند ایک آیات کریمہ واحادیث مبارکہ کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُوْلِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ[3]

اور اگر وہ (بجائے شہرت دینے کے) اسے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اپنے میں سے صاحبانِ امر کی طرف لوٹا دیتے تو ضرور ان میں سے وہ لوگ جو (کسی) بات کا نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں اس (خبر کی حقیقت) کو جان لیتے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں: **"رَدَّ حُكْمَهُ فِي الْوَقَائِعِ إِلَى اسْتِنْبَاطِهِمْ وَأَلْحَقَ رُتْبَتَهُمْ بِرُتْبَةِ الْأَنْبِيَاءِ فِي كَشْفِ حُكْمِ اللّٰهِ"**[4] واقعات کے فیصلے کو علماء کرام کے اجتہاد کی طرف لوٹا کر حکم الٰہی کے اظہار میں ان کا درجہ انبیائے کرام علیہم السلام کے درجے سے ملایا ہے۔یعنی اس آیت کریمہ میں بھی صاحبان علم کے شرف وفضل اور کمال کے ذکر کو واضح کیا۔اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے علماء حق کی شان کا ذکر کیا ہے کہ وہ اجتہاد وتفقہ کے ذریعہ امت کی راہنمائی کرتے ہیں۔اس فکر کے حامل علماء کو العلماء کانبیاء بنی اسرائیل کے ضمرے میں شمار کیا ہے۔

فضیلت علم

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ علم کی فضیلت پر 14 آیات کریمہ لائے جس میں ایک آیت کریمہ ذیل میں دی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُوَارِي سَوْءَاتِكُمْ وَرِيشًا وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ خَيْرٌ[5]

اے اولادِ آدم! بیشک ہم نے تمہارے لئے (ایسا) لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپائے اور (تمہیں) زینت بخشے اور (اس ظاہری لباس کے ساتھ ایک باطنی لباس بھی اتارا ہے اور وہی) تقوٰی کا لباس ہی بہتر ہے۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"يعني العلم وريشاً يعني اليقين ولباس التقوى يعني الحياء"[6]

اس آیت میں" **لباسا**" سے علم، "**ریشاً**" سے یقین اور "**لباس التقوی**" سے حیا مراد ہے۔

تجزیاتی کلام

سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 26 کی لفظی تشریح کی کہ **لباسا، ریشا اور لباس التقوی** سے کیا مراد ہے اس سے بھی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے علم والوں کی فضیلت علمی کو بیان کیا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کے لیے وہ چیزیں پیدا کی ہیں جن سے اس کا ظاہری لباس تیار ہوتا ہے، اسی طرح وہ چیزیں بھی اس کے نفس میں الہام کر دی ہیں جن سے اس کا باطنی لباس تیار ہوتا ہے۔ یہ تقویٰ کا لباس ہے جو انسان کو پہنا کر دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔ خدا نے اس کے لیے اپنی خشیت، احساس عبدیت اور شرم و حیا کا جذبہ انسان کی فطرت میں ودیعت فرمایا ہے۔ لباس تقویٰ دیگر لباسوں کی بنسبت اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایک تو لباس وہ ہے جو انسانی جسم پر نظر آتا ہے جو ستر پوش بھی ہے اور باعث زینت بھی لیکن ایک لباس وہ ہے جو انسان کی اندر کی شخصیت کو پہنایا جاتا ہے۔ اگر انسان کی اندرونی شخصیت بے لباس ہے اور یہ لباس تقویٰ اس کے نصیب میں نہیں ہوا تو باہر کی شخصیت کو آپ چاہے کتنا بھی ملبوس کر دیجئے حقیقت میں وہ ننگا ہی رہے گا اور اگر اس کے اندر لباس تقویٰ موجود ہے اور اس کی باہر کی شخصیت اگر چیتھڑوں میں بھی ملبوس ہو تو وہ برہنگی سے پاک انسانی وقار کا ایسا نمونہ ہوگی جس پر انسانیت رشک کرے گی حقیقت تو یہ ہے کہ یہ لباس تقویٰ یعنی اندر کے شرم و حیا کا جذبہ ہی ہے جو باہر کے لباس کی ضرورت پیدا کرتا ہے۔ جب اندر سے آدمی بے لباس ہو جاتا ہے تو پھر باہر کے لباس کو وہ اپنی شخصیت کے لیے ایک بوجھ سمجھنے لگتا ہے۔ برہنگی اسے عزیز ہو جاتی ہے وہ فیشن کے نام سے اور کبھی تہذیب کے نام سے بے لباس ہونے کو اپنا مقصد زندگی بنالیتا ہے۔ جیسے جیسے اس کا لباس اترتا جاتا ہے وہ اپنے آپ کو مہذب سمجھتا ہے اور لباس اس کی نگاہ میں دقیانوسی رویہ بن کے رہ جاتا ہے۔

لباس تقویٰ سے چونکہ باہر کا لباس خاص شکل اختیار کرتا ہے اور انسانی احساسات بھی خاص قالب میں ڈھلنے لگتے ہیں اس لیے شریعت نے اس کو علی الاطلاق نہیں چھوڑا بلکہ اس نے اس حوالے سے بھی راہنمائی عطا فرمائی ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ لباس تقویٰ وہ ہے جو پوری طرح ساتر ہو ' زینت میں بھی حد سے بڑھا ہوا یا آدمی کی حیثیت سے گرا ہوا نہ ہو۔ یعنی ایسا بھی نہ ہو کہ لوگ اس کی طرف انگلیاں اٹھائیں کہ دیکھو اس شخص نے کس قدر قیمتی اور کیسا بھڑکیلا لباس پہن رکھا ہے اور ایسا بھی نہ ہو کہ اللہ نے جو اس کو مالی حیثیت دے رکھی ہے اس سے بہت فروتر ہو کہ دیکھنے والا اسے نادار اور قلاش سمجھ کر اس کی مدد کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ اسی طرح اس کے لباس میں فخر و غرور اور تکبر و ریا کا کوئی شائبہ نہ ہو اور ان ذہنی امراض کی نمائندگی بھی نہ کرتا ہو جن کی بنا پر مرد زنانہ پن اختیار کرتے ہیں اور عورتیں مردانہ پن کی نمائش کرنے لگتی ہیں اور ایک قوم دوسری قوم کے مشابہ بننے کی کوشش کرتی ہے۔

طالب علم کے آداب

شاگرد کے آداب تو بہت زیادہ ہیں مگر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں دس جملوں میں بیان کیا۔ ان میں سے پہلی بات یہ ہے کہ دل کو برے اخلاق اور بری صفات سے پاک کیا جائے اپنے اس قول پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ذیل کی آیت کریمہ کو لائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ[7]

مشرکین تو سراپا نجاست ہیں۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اس میں عقل والوں کو تنبیہ ہے کہ طہارت و نجاست صرف ظاہر کے ساتھ خاص نہیں۔ دیکھو! مشرک نے کبھی صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوتے اور غسل بھی کیا ہوتا ہے مگر اس کے باوجود وہ بالکل ناپاک ہے۔ یعنی اس کا باطن ناپاکیوں سے آلودہ ہے۔ نجاست اس چیز کا نام ہے جس سے اجتناب کیا جائے اور دوسری اختیار کیا جائے اور باطنی ناپاک صفات سے بچنا زیادہ ضروری ہے۔ کیونکہ وہ فی الحال ناپاک اور بالآخر ہلاک کرنے والی ہیں۔ اس لیے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ كَلْبٌ)[8] جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ دل گھر ہے، جائے نزول ملائکہ، ان کے اثرات اور ان کے ٹھہرنے کی جگہ ہے اور گھٹیا عادات مثلاً غصہ، شہوت، بغض و کینہ، حسد، تکبر، خود پسندی وغیرہ بھونکنے والے کتے ہیں تو فرشتے اس دل میں کیسے داخل ہوں گے جو ان کتوں سے بھرا ہو۔ اللہ تعالیٰ علم کا نور فرشتوں کے ذریعے ہی دلوں میں داخل فرماتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَن يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ[9] اور ہر بشر کی (یہ) مجال نہیں کہ اللہ اس سے (براہِ راست) کلام کرے مگر یہ کہ وحی کے ذریعے (کسی کو شانِ نبوت سے سرفراز فرما دے) یا پردے کے پیچھے سے (بات کرے جیسے موسٰی علیہ السلام سے طورِ سینا پر کی) یا کسی فرشتے کو فرستادہ بنا کر بھیجے اور وہ اُس کے اِذن سے جو اللہ چاہے وحی کرے۔

اسی طرح دلوں میں بھیجی جانے والی علوم کی رحمت اس پر مقرر فرشتوں کے ذریعے ہی آتی ہے اور وہ فرشتے پاک ہیں۔ بری صفات سے محفوظ ہیں۔ اس لیے وہ پاک ہی کو دیکھتے ہیں اور ان کے پاس جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے ہیں وہ ان سے پاک لوگوں کو ہی معمور فرماتے ہیں۔"[10]

تجزیاتی کلام

شاگرد اور استاد کے آداب کا تذکرہ کرتے ہوئے طالب علم کے آداب سے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دس چیزوں کو بیان کیا جس میں پہلا ادب یہ ہے کہ دل کو برے اخلاق اور بری صفات سے پاک کرنا از حد ضروری ہے اس لیے کہ علم دل کی عبادت راز کی نماز اور باطن میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا نام ہے تو جس طرح نماز ظاہری اعضاء کے عمل کا نام ہے جو بدن کی نجاستوں اور ناپاکیوں کو دور کیے بغیر درست نہیں ہوتی اسی باطن کی عبادت یعنی علم کی آبادکاری بھی گندے اخلاق اور برے اوصاف سے پاک کیے بغیر درست نہیں ہوتی۔ اسی لیے ظاہری پاکیزگی کے ساتھ باطنی پاکیزگی ہونا بھی لازمی ہے کہ انسان ظاہراً تو پاک ہو مگر باطنی طور پر ناپاک ہو۔ اس کی مثال امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مشرک کی دی ہے جو ظاہراً بالکل صاف ستھرا ہوتا ہے مگر اس کا باطن ناپاکیوں سے آلودہ ہوتا ہے۔ ان میں عقائد، اخلاق، آداب اور ہر طرح کے معاملات کی خرابی پائی جاتی ہے۔ ہر طرح کی آلودگی اور گندگی ان کے کردار میں پیدا ہو چکی ہے۔ اور نجاست نام ہی اس چیز کا ہے جس کے اجتناب کیا جائے۔ باطنی صفائی کا مطلب ہے اعتقاد، اعمال اور اخلاق کا قرآن و سنت کے مطابق ہونا۔ جس کا دل ایمان اور صحیح عقیدہ سے منور ہو گا اور جس کے اعمال نیک اور پاکیزہ ہوں گے جس کے اخلاق بلند اور بے داغ ہوں گے وہ اللہ کا مقبول ترین بندہ ہو گا۔ اللہ پاک ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے تو ایسا شخص مطہر پاکیزہ انسان کہلاتا ہے۔ اس لیے کہ دل ایک جگہ ہے جہاں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور فرشتے پاک ہیں اور دل میں بسنے والی بیماریوں اور غلاظتوں کا نام غصہ، شہوت، حسد، کینہ، تکبر اور خود پسندی ہے جس کا ڈھیر اگر طالب علم اپنے دل میں رکھے گا تو علم و معرفت کا نور جو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ دل میں داخل کرتا ہے وہ پاک فرشتے اس غلاظتوں بھرے دل میں کیسے داخل ہوں اور اسے نور معرفت عطا کریں گے۔

استاد کے آداب

وَلاَ تُؤْتُواْ السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ[11]

اور تم بے سمجھوں کو اپنے (یا ان کے) مال سپرد نہ کرو۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیات مبارکہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

"تنبيهاً على أن حفظ العلم ممن يفسده ويضره أولى وليس الظلم في إعطاء غير المستحق بأقل من الظلم في منع المستحق

1۔أأنثر دراً بين سارحة النعم ... فأصبح مخزوناً براعية الغنم

2۔لأنهم أمسوا بجهل لقدره ... فلا أنا أضحى أن أطوقه البهم

3۔فإن لطف الله اللطيف بلطفه ... وصادفت أهلاً للعلوم وللحكم

4۔نشرت مفيداً واستفدت مودة ... وإلا فمخزون لدي ومكتتم

5۔فمن منح الجهال علماً أضاعه ... ومن منع المستوجبين فقد ظلم(12)

"مذکورہ آیت مبارکہ میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جو علم کو نقصان پہنچائے اس سے علم کو بچانا زیادہ بہتر ہے۔ نااہل کو علم سکھانے کا ظلم، علم کو اس کے اہل سے روکنے کے ظلم سے کم نہیں۔

ترجمہ اشعار:

1۔ کیا میں جانور چرانے والے کے آگے موتی پھیلادوں کہ بکریاں چرانے والے کے پاس اس کا خزانہ جمع ہو جائے۔

2۔ کیونکہ وہ علم کی قدر و قیمت سے بے خبر ہونے کی وجہ سے اندھیرے میں چلے گئے تو میں جانوروں کو اس کا ہار پہنا کر روشن نہیں کر سکتا۔

3۔ اگر اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنا لطف و کرم فرمائے اور مجھے علوم و حکمت کے اہل لوگوں سے ملا دے۔

4۔ تو میں علم کو عام کروں گا اور لوگوں کی محبت حاصل کروں گا ورنہ وہ علم کی دولت میرے پاس جمع رہے گی اور چھپی رہے گی۔

5۔ لہٰذا جس نے جاہلوں کو علم دیا اس نے ضائع کر دیا اور جس نے حقداروں سے اسے روکے رکھا اس نے ظلم کیا۔"

تجزیاتی کلام

مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مال سے مراد علم کو لیا ہے اور علم نااہلوں کی بجائے اس کے اہلیت رکھنے والے لوگوں کو دینا چاہیے تاکہ اس سے خود بھی فائدہ مند ہوں اور دوسرے بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں اور حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی الہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: علمِ دین

حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور نااہل کو علم سکھانے والا سور کے گلے میں جواہر، موتی اور سونے کا ہار پہنانے والے کی طرح ہے۔(13)

حدیث کے ابتدائی حصے میں دین کے ضروری اور بنیادی مسائل کو سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہونا بیان کیا ہے، اس کے بعد نااہل کے سامنے علم کے اعلیٰ جواہر کو بیان کرنے سے منع فرمایا، کیونکہ نااہل شخص کے سامنے علم کے اَسرار و رُموز بیان کیے جائیں تو وہ ان عِلمی نِکات کو سمجھ نہیں سکے گا اور غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے گا یا پھر اپنی ناسمجھی کی بناء پر وہ خواہ مخواہ ان علمی نکات کا انکار کر بیٹھے گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے: رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: علم کی آفت اسے بُھول جانا ہے اور نااہل سے علم کی بات کہنا، علم کو ضائع کرنا ہے۔(14)

علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس فرمان (نااہل کو علم سکھانے والا ایسا ہی ہے جیسے خنزیر کے گلے میں جواہر، موتی اور سونے کا ہار پہنانے والا ہے) کی شرح میں لکھتے ہیں: یعنی اُسے علم کی ایسی باریکیاں سکھانا جو اُس کی سمجھ سے بالاتر ہوں یا وہ اُسے دنیاوی مقاصد کے لیے سیکھنا چاہتا ہو یا وہ جو علم کو اللہ کی رضا کے لیے حاصل نہ کرنا چاہتا ہو، بعض علماء نے کہا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ ہر علم کے لیے ایک استعداد چاہیے اور ایسا شخص چاہیے جو اس کی حکمتوں کو سمجھنے کا اہل ہو، جس نے علم کو غیر محل میں رکھا تو اُس نے ظلم کیا، سو انھوں نے ظلم کی تعبیر کرنے کے لیے یہ مثال بیان کی ہے: جیسے حقیر حیوانات کو قیمتی جواہرات کا ہار پہنانا، کیونکہ یہ اُن جواہرات کی توہین ہے، اسی لیے حضرت علی کرّم اللہ وجہہٗ نے فرمایا: ”لوگوں سے اُن کی ذہنی سطح کے مطابق بات کرو، جسے وہ سمجھ سکیں، کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جھٹلائیں، کیونکہ جب وہ ایسی بات سنیں گے جس کا اُن کی عقلیں ادراک نہیں کر سکتیں، تو وہ اس کی تکذیب میں دیر نہیں لگائیں گے، اس مثال کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: پس اس مثال کے بعد انھوں نے کہا: طلبِ علم سے مراد یہ ہے کہ (کسی خاص شعبے کا علم) اُن کو سکھایا جائے جو اُس کے اہل ہوں اور علم سیکھنے کے بعد اس کے تقاضوں کو سمجھتے بھی ہوں، پس عالم کو چاہیے کہ وہ (کسی خاص شعبے کا) علم اُسے سکھائے جو اس کی استعداد رکھتا ہے، (15)“۔

اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ بالا حدیث میں نااہل کو جس علم کے سکھانے کی ممانعت کی گئی ہے، اس سے ضروریاتِ دین کا علم مراد نہیں ہے، کیونکہ اس کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، بلکہ اس سے وہ علم مراد ہے جو شریعت، تصوّف اور حکمت کے کسی خاص شعبے کے ساتھ متعلق ہو اور وہ اس کی حکمتوں کو جاننے کا اہل نہ ہو، کیونکہ ایسی حکیمانہ باتیں جو کسی کی ذہنی استعداد سے بالاتر ہوں تو یا تو وہ ان کا انکار کر دے گا یا بے سوچے سمجھے اُن کا ردّ کر دے گا یا اُن کی ایسی غلط تاویل کرے گا جو لوگوں کو گمراہ کرنے کا سبب بنے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی احادیث و اقوال کو اشعار پیش کر کے اپنی اس بات کو واضح کیا کہ علم ایک قیمتی موتی ہیں جن کو بھیڑ بکریاں چرانے والے لوگوں جیسے نااہل لوگوں کو نہیں

دیا جاسکتا۔ اگر ایسے لوگوں کو علم دیا تو اپنی کم عقلی اور ناسمجھی کی وجہ سے اس علم کو ضائع کر دیں گے۔ عصر حاضر میں تعلیمی اداروں میں طلباء کی کیٹیگریز بنادی جاتی ہیں جو بچہ جتنا سمجھدار ہو گا اور علوم و معارف کو جلد سمجھنے والا ہو گا اس کو اے کلاس میں منتقل کرتے جاتے ہیں۔ پھر اس کو مزید محنت سے اور ماہر اساتذہ کی زیر نگرانی تربیت کرتے ہیں جس سے وہ حاصل کیے ہوئے علم سے بھرپور فائدہ حاصل کرتا ہے۔

عقائد

اسلامی عقائد وہ بنیادی اصول ہیں جن پر انسانی زندگی کی عمارت کھڑی ہو سکتی ہے۔ موجودہ زمانے میں نئے علوم اور نئی ایجادات نے عقل، دلیل، تجربہ اور مشاہدہ کی نئی دنیا میں قوموں کو نظریے اور عقیدے کی بنیاد پر مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے اور وہ اپنے عقائد و نظریات کے لئے ایک دوسرے سے لڑنے مرنے پر تیار ہیں۔ وقت کی ضرورت اور حالات کے تقاضوں نے ثابت کر دیا کہ عقیدے کی پختگی ہی انسانی زندگی کی کامیابی و ترقی کا ذریعہ ہے۔ انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک پہلو تو عقائد سے تعلق رکھتا ہے اور دوسرا پہلو اعمال سے۔ پہلے انسان کے دل و دماغ میں آرزوئیں، امیدیں، احساسات، خیالات اور ارادے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر انسان اپنے ان ہی ارادوں کے مطابق کام کرنے لگتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس میں پہلی چیز کا نام ''نیت'' ہے اور دوسری چیز کا نام ''عمل'' ہے۔

نیت وہ خیالی، ارادی یا اعتقادی تصویر ہے جس کا نقشہ صرف دماغ کے پردے پر کھنچتا ہے۔ عمل اس تصویر کا وہ صحیح عکس ہے جو بیرونی دنیا میں تغیر و انقلاب کے ہنگامے پیدا کرتا ہے۔ سرورِ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اعمال کی بنیاد نیتوں پر ہے۔'' لہٰذا تربیتِ انسانی کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان کی نیت اور ارادے کو درست کیا جائے۔ نیت اور ارادے کو درست کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جو بنیادی اصول مقرر فرمائے، انہیں اسلامی عقائد کا نام دیا گیا۔ اگر ان اصولوں کو انسانی دل و دماغ کا مقصد بنالیا جائے تو انسانی دماغ میں کوئی غلط اور کھوٹی نیت نشو و نما نہیں پا سکتی۔ گویا کہ یہ اصول پہرے دار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جہاں بھی دماغ میں کوئی خرابی بُرا ارادہ یا کھوٹی نیت پیدا ہوتی ہے۔ یہ پہرے دار اسے پکڑ کر وہیں دبا دیتے ہیں۔

عقیدہ کے متعلق ڈاکٹر ابراہیم انیس لکھتے ہیں کہ:

> عقیدہ "عقد" سے ہے جس کے معنی گرہ باندھنے کے ہیں۔(16)

اس سے مراد کسی شے کی ایسی تصدیق ہے جس میں کوئی شک نہ ہو۔ عقیدہ کو ایمان کے مفہوم میں بھی لیا جاتا ہے، اس سے مراد ان حقائق کی بلاشک و شبہ تصدیق کرنا ہے جن کی تعلیم اللہ رب العزت نے بواسطۂ رسالت ہمیں عطا فرمائی۔

عقیدہ کی جمع عقائد ہے عقائد سے متعلق امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب احیاء علوم الدین کی جلد اول میں عقائد کی بحث کو چار فصول کے اندر بیان کیا ہے۔ اس باب کی دوسری فصل مرحلہ وار رہنمائی کرنے کی وجہ اور اعتقاد کے درجات

کے اندر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عقیدہ کے متعلق چیزیں بچے کو شروع ہی سے سکھا دینی چاہیں تا کہ وہ انہیں اچھی طرح ذہن نشین کر کے بڑا ہونے تک بتدریج ان کے معانی و مطالب پر مطلع ہوتا رہے۔ اس فصل کے اندر عقائد کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آپ نے مرادی معنی کی پہچان کے طریقے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اسرار کی اس قسم میں ظاہری معنی مراد نہیں اس کی پہچان کے دو طریقے ہیں۔ دلیل عقلی اور دلیل شرعی تو دلیل عقلی کے اندر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ذیل کی آیت کریمہ کو بطور دلیل لائے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَن نَّقُولَ لَهُ كُن فَيَكُونُ ([17])

ہمارا فرمان تو کسی چیز کے لئے صرف اِسی قدر ہوتا ہے کہ جب ہم اُس (کو وجود میں لانے) کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اُسے فرماتے ہیں: "ہو جا" پس وہ ہو جاتی ہے۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"فإن ظاهره ممتنع إذ قوله كن إن كان خطاباً للشيء قبل وجوده فهو محال إذا المعدوم لا يفهم الخطاب حتى يمثل وإن كان بعد الوجود فهو مستغن عن التكوين ولكن لما كانت هذه الكناية أوقع في النفوس في تفهيم غاية الاقتدار عدل إليها"([18])

اس آیت سے ظاہری معنی مراد لینا ناممکن ہے کیونکہ اگر کسی شئے کو وجود سے پہلے لفظ "کن" سے مخاطب کیا جائے تو یہ محال ہے کہ معدوم شئے خطاب کیسے سمجھے گی؟ اور اگر یہ خطاب موجود کو ہے تو اسے وجود میں لانے کا کیا مطلب؟ مگر اس طرح کا کنایہ چونکہ انتہائی درجہ کی قدرت سمجھانے کی صلاحیت رکھتا ہے لہٰذا اسے استعمال میں لایا گیا۔

تجزیاتی کلام

لفظ کن قرآن کی بہت سی آیات میں آئی ہے۔ ان میں سورہ آل عمران ۴۷ اور ۵۹، سورہ انعام آیہ ۷۳، سورہ نحل آیہ ۴۰، سورہ مریم آیہ ۳۵ اور سورہ یس آیہ ۸۲ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ جملہ خدا کے ارادہ تکوینی اور امر خلقت میں اس کی حاکمیت کے متعلق گفتگو کرتا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ کن فیکون (ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتا ہے) سے مراد یہ نہیں کہ خدا کوئی لفظی فرمان (ہو جا) کی صورت میں صادر فرماتا ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ جس وقت وہ کسی چیز کو وجود عطا فرمانے کا ارادہ کرتا ہے وہ بڑی ہو یا چھوٹی، پیچیدہ ہو یا سادہ، ایک اٹیم کے برابر ہو یا تمام آسمانوں اور زمین کے برابر ہو کسی علت کی احتیاج کے بغیر وہ ارادہ خود بخود عمل جامہ پہن لیتا ہے۔ اس ارادہ اور موجود کی پیدائش کے درمیان لحظے کا فاصلہ بھی نہیں ہوتا۔ اس آیت مبارکہ میں قدرت الٰہیہ کو اشارۃً بیان کیا گیا ہے۔

وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلاَّ يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ [19]

کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو۔

امام غزالی کا موقف

اس آیت کریمہ کے ضمن میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اس آیت سے کم فہم شخص یہ سمجھے گا کہ جامد اشیاء زندہ، عاقل اورآواز والفاظ کے ساتھ بولنے پر قادر ہیں اور تسبیح پڑھنے کے لیے سبحان اللہ کہتی ہیں۔ جبکہ عقل مند جان لے گا کہ یہاں زبان سے بولنا مراد نہیں بلکہ یہ اشیاء اپنے وجود اور زبان حال سے تسبیح کرتی، اپنی ذات سے رب تعالیٰ کی پاکی بولتی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دیتی ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ: **وفي كل شيء له آية ... تدل على أنه الواحد** ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی نشانی ہے جو اس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے۔"[20]

تجزیاتی کلام

اس آیت مبارکہ سے بھی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلائل دیتے ہوئے واضح کیا کہ کائنات کی ہر شئے اپنے خالق کی تعریف وتوصیف اور تسبیح کرتی ہے۔ مگر ان جامد چیزوں کی تسبیح وتحمید کرنا زبان وآواز اور الفاظ سے نہیں بلکہ اپنی زبان حال سے اپنے خالق ومالک کی پاکی بیان کرنا ہے اور اس کی توحید کا اعلان کرنا ہے۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلاً [21]

اور آپ کے رب کی بات سچائی اور عدل کی رُو سے پوری ہو چکی۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس کے لیے صدق اور جس کا خاتمہ شرک پر ہوا اس کے لیے عدل ہے۔"[22]

تجزیاتی کلام

سورۃ الانعام کی آیت مبارکہ 115 کی تفسیر کرتے ہوئے امام غزالی فرماتے ہیں جس کا خاتمہ ایمان پر ہوا اس کے لیے صدق ہے یعنی انسان کے خاتمے پر محمول ہے اگر انسان کے اچھا اختتام **ایمان باللہ وایمان بالرسالت** پر ہوا اور اسلام کی کسی بات کی تکذیب نہیں کی اور آخری لمحات میں بھی وہ رب پر ایمان رکھتا تھا تو اس کے "صدق" کے لفظ سے وضاحت کی کہ

ایمان وہی ہے جس کے بدلے میں اس کو جنت ملے گی اور جس کا خاتمہ کفر وشرک پر ہو تو اس کے کیے ہوئے اعمال کے مطابق اس کو بدلا ملے گا یہی اسلام کا نظریہ ہے نیک اعمال کی جزا دس گنا سے زائد اور برے اعمال کی جزا اتنی ہی ملے گی جتنا اس نے گناہ کیا اسی کا نام عدل ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عبادات کی بنیاد عقیدہ توحید کو واضح کرتے ہوئے آیت قرآنیہ سے استشہاد پیش کرتے ہوئے آیات قرآنیہ کی تفسیر اپنے الفاظ میں کی۔

نماز کا بیان

ذاتِ باری تعالیٰ کی بارگاہِ صمدیّت میں اس کے بے پایاں جود و کرم اور فضل و رحمت کی خیرات طلب کرنے کے لئے کمالِ خشوع و خضوع کے ساتھ سراپا التجا بنے رہنے اور اس کے حقِ بندگی بجالانے کو صلوٰۃ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بنظرِ غائر دیکھا جائے تو کائناتِ ارضی و سماوی کی ہر مخلوق اپنے اپنے حسبِ حال بارگاہِ خداوندی میں صلوٰۃ اور تسبیح و تحمید میں مصروف نظر آتی ہے۔

نماز دینِ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان کے بعد اہم ترین رکن ہے۔ اس کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ یہ شبِ معراج کے موقع پر فرض کی گئی۔ قرآن و سنت اور اجماع کی رو سے اس کی ادائیگی کے پانچ اوقات ہیں۔ اسلامی نظامِ عبادات میں نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ قرآنِ حکیم میں 92 مقامات پر نماز کا ذکر آیا ہے۔ اور متعدد مقامات پر صیغہ امر کے ساتھ (صریحاً) نماز کا حکم وارد ہوا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء علوم الدین کی پہلی جلد میں نماز کے بیان میں صرف ان اعمالِ ظاہرہ کو بیان کیا ہے جن کا جاننا راہِ آخرت کے مسافر کے لیے ضروری ہے۔ اس باب میں خشوع و خضوع، اخلاص اور نیت کے ان پوشیدہ معانی کو بیان کیا گیا ہے جن کو عام طور پر فقہ میں بیان نہیں کیا گیا۔ نماز کے بیان کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے جن کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ نماز کے فضائل	۲۔ نماز کے ظاہری اعمال کی تفصیل
۳۔ نماز کے باطنی اعمال کی تفصیل	۴۔ امامت وپیشوائی کا بیان
۵۔ نماز جمعہ اور اس کے آداب	۶۔ نماز کے متفرق مسائل
۷۔ نوافل وغیرہ کا بیان	

آذان کی فضیلت

ان سات ابواب میں سے پہلا باب نماز، سجود، جماعت اوراذان وغیرہ کے فضائل پر مشتمل مزید سات فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اوران میں پہلی فصل اذان کی فضیلت پر قائم کی گئی ہے۔جس میں چار فرامین رسول ﷺ کو بیان کیا گیا ہے اور تیسرے فرمان رسول ﷺ کے بعد ذیل کی آیت کریمہ کو بیان کیا گیا ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا(23)

اور اس شخص سے زیادہ خوش گفتار کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

"یہ آیت مؤذنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔"(24)

تجزیاتی کلام

اسلام کے بنیادی ارکان میں نماز عبادت وبندگی، تسلیم ورضاء، فرماں برداری اور وحدت واجتماعیت کا حسین وجمیل پیکر ہے اور اذان نماز باجماعت کا اعلان وبلاوا ہے، پوری آبادی کے لئے امن وامان کا سبب ہے، نیک بندوں کے لئے رحمت کا باعث اور شیطان کے لئے زحمت کا ذریعہ ہے، اذان دینِ اسلام کا عظیم شعار اور اسلامی معاشرہ کی پہچان ہے، اس وجہ سے اسلام میں اذان کی فضیلت اوراہمیت بہت زیادہ ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اذان ایمان کے شعائر میں سے ہے۔(25)

مذکورہ آیت کریمہ کو بیان کرنے کے بعد امام غزالی مؤذنین کی شان کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں یہ آیت مؤذنوں کے حق میں نازل ہوئی کہ وہ جس چیز کا اعلانیہ اقرار کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کبریائی وشہادت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان، کامیابی اور نماز کی دعوت دینا یہ سب سے بہترین بات ہے۔

خشوع کی فضیلت

نماز دینِ اسلام کا دوسرا رکنِ عظیم ہے جو کہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے قرآن وحدیث میں نماز کو بروقت اور باجماعت اداکرنے کی بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے نماز کی ادائیگی اور اس کی اہمیت اور فضیلت اس قدر اہم ہے کہ سفر وحضر اور میدان جنگ اور بیماری میں بھی نماز ادا کرنا ضروری ہے نماز کی اہمیت وفضیلت کے متعلق بے شمار احادیث ذخیرۂ حدیث میں موجود ہیں اور بیسیوں اہل علم نے مختلف انداز میں اس پر کتب تالیف کی ہیں نماز کی ادائیگی کا طریقہ جاننا ہر مسلمان مرد وزن کے لیے از حد ضروری ہے کیونکہ اللہ عزوجل کے ہاں وہی نماز قابل قبول ہوگی جو رسول اللہ ﷺ کے

طریقے کے مطابق ادا کی جائے گی اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا: **صلو كما رأيتموني اصلي** لہذا ہر مسلمان کے لیے رسول للہ ﷺ کے طریقۂ نماز کو جاننا بہت ضروری ہے۔ نماز ایک ایسی اہم عبادت ہے کہ جس کی ادائیگی اس انداز اور طریقے سے کی جائے کہ نماز پڑھنے والا یہ سمجھے کہ وہ نماز میں اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی تو کم از کم یہ خیال ضرور رہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی کھڑا نماز پڑھ رہا ہو تو در حقیقت وہ اپنے رب سے باتیں کر رہا ہوتا ہے۔ اسے خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کس انداز سے باتیں کر رہا ہے۔" ہر شے کی ایک ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک باطنی حقیقت۔ نماز بھی ایک ظاہری صورت رکھتی ہے اور ایک باطنی حقیقت۔ نماز کی اس باطنی حقیقت کا نام قرآن وسنت کی زبان میں خشوع وخضوع ہے۔

نماز میں خشوع وخضوع سے مراد وہ کیفیت ہے کہ دل خوف اور شوقِ الٰہی میں تڑپ رہا ہو اور اس میں اللہ کے سوا کچھ باقی نہ رہے، اَعضاء وجوارِح پر سکون ہوں، پوری نماز میں جسم کعبہ کی طرف اور دل ربِ کعبہ کی طرف متوجہ ہو۔ اور مومن کا شعار صرف نمازی ہونا ہی نہیں بلکہ نماز میں خشوع اِختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ خشوع نماز کا مغز ہے اور اس کے بغیر اقامتِ صلوٰۃ کا تصور بھی ممکن نہیں۔ اور اگر نماز میں خشوع نہ ہو تو اس کی مثال یوں ہو گی جیسے کسی کی آنکھیں تو ہوں لیکن بصارت نہ ہو، کان تو ہوں مگر سماعت نہ ہو۔ لہٰذا نماز کی روح یہ ہے کہ اِبتدا سے آخر تک خشوع کا غلبہ ہو اور حضورِ قلب قائم رہے کیونکہ دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم وہیبت کی کیفیات کو اپنے اوپر طاری رکھنا ہی نماز کا اصل مقصد ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے خشوع کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے قرآن مجید کی تین آیات کریمہ کو بطور استشہاد لائے ہیں جن میں ایک آیت کریمہ حسب ذیل ہے:

لاَ تَقْرَبُواْ الصَّلاَةَ وَأَنتُمْ سُكَارَى حَتَّىَ تَعْلَمُواْ مَا تَقُولُونَ (26)

اے ایمان والو! تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ یہاں تک کہ تم وہ بات سمجھنے لگو جو کہتے ہو۔

امام غزالی کا موقف

نماز کے ابواب میں سے باب اول کی چھٹی فصل نماز میں خشوع کی فضیلت پر مشتمل ہے جس میں خشوع کے متعلق تین فرامین باری تعالیٰ کو ذکر کیا گیا جس میں ایک فرمان باری تعالیٰ مذکورہ کے تحت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قيل سكارى من كثرة الهم وقيل من حب الدنياوقال وهب المراد به ظاهره ففيه تنبيه على سكر الدنيا إذ بين فيه العلة فقال حتى تعلموا ما تقولون وكم من مصل لم يشرب خمراً وهو لا يعلم ما يقول في صلاته

وقال النبي صلى الله عليه وسلم من صلى ركعتين لم يحدث نفسه فيهما بشيء من الدنيا غفر له ما تقدم من ذنبه (27)وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الصَّلَاةُ تمسكن وتواضع وتضرع وتأوه وتنادم وتضع يديك فتقول اللَّهُمَّ اللَّهُمَّ فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَهِيَ خِدَاجٌ"(28)

اس آیت میں مذکور لفظ سکٰری کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں

بندہ غموں کی کثرت کے باعث نشہ میں ہو، دنیا کی محبت کی وجہ سے نشے میں ہو، حضرت سیدنا وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سے ظاہر مراد ہے۔ تو اس میں دنیوی نشے پر تنبیہ ہے۔ کیونکہ اس کی علت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: جب تک اتنا ہوش نہ ہو کہ جو کہو اسے سمجھو اور کتنے ہی نمازی ہیں جو شراب نوشی نہیں کرتے مگر انہیں معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نماز میں کیا کہہ رہے ہیں۔ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: جس نے دو رکعت نفل ادا کیے جن میں اپنے دل میں کچھ بات نہ کی تو اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ اور رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: بے شک نماز سکون، عاجزی، گڑگڑانے، خوف اور ندامت کا نام ہے اور یہ کہ تو ہاتھ باندھ کر یوں کہے: اے اللہ! اے اللہ! اور جو ایسا نہ کرے تو اس کی نماز ناقص ہے۔

تجزیاتی کلام

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نماز کے اندر خشوع کے بارے میں آیت کریمہ کو لائے ہیں جس میں لفظ سکٰری کے بارے اقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ نشہ ضروری نہیں کہ وہ شراب ہی کا نشہ ہو بلکہ دنیاوی مشاغل میں مصروف رہنے اور ان میں ہی دل لگالینا کہ دوسری طرف دھیان نہ جائے یہ بھی نشہ کی ایک کیفیت ہے۔ شراب کا نشہ صرف عقل کو ڈھانپتا ہے اور یہ کچھ دیر بعد زائل ہو جاتا ہے مگر دنیا کا نشہ جتنا بڑھتا ہے اتنا ہی زیادہ حرص اور لالچ انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے جس کی وجہ سے نشہ پینے والے انسان کی طرح یہ شخص بھی دنیاوی لذتوں میں اس قدر مشغول ہوتا ہے کہ اسے یہ خبر نہیں رہتی کہ وہ کہاں کھڑا ہے اور کس کی بارگاہ میں حاضر ہے۔ جبکہ نماز تکبیر تحریمہ کے ساتھ شروع کرتے ہی ہر قسم کے مشاغل ترک ہو جاتے ہیں اور رب کی بارگاہ میں حاضری دل جمعی کے ساتھ ہو تو پھر نماز بھی کمال ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بات کے ثبوت کے لیے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دو فرامین کو بھی ذکر فرمایا۔

اعمال قلب کی باطنی شرائط

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تیسرے باب میں اعمال قلب کی باطنی شرائط کو تین فصول پر تقسیم کیا ہے۔ جس میں پہلی فصل خشوع خضوع اور حضوری قلب کی شرائط پر مشتمل ہے اس میں سب پہلے تین فرمان باری تعالیٰ کو ذکر کیا ہے۔ جس میں سے ایک آیت کریمہ ذیل میں دی گئی ہے جس کی تفسیر امام غزالی رحمہ اللہ علیہ نے کی۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

أَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي(29)

میری یاد کی خاطر نماز قائم کیا کرو۔

امام غزالی کا موقف

مذکورہ آیت کریمہ کے بعد امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

"اس میں صیغہ امر ہے جو ظاہر وجوب پر دلالت کرتا ہے اور غفلت ذکر کا متضاد ہے۔ لہٰذا جو پوری نماز میں غافل رہے وہ نماز کو ذکر الٰہی کے ساتھ قائم کرنے والا کیسے ہو سکتا ہے؟"([30])

تجزیاتی کلام

نماز کو خشوع خضوع اور یکسوئی کے ساتھ ادا کرنا ہی اسلام کی اصل تعلیمات میں سے ہے۔ اعمال قلب کی باطنی شرائط میں ایک شرط خشوع و خضوع اور حضوری قلب سے نماز ادا کرنا ہے۔ امام غزالی مذکورہ آیت کریمہ کو بیان کرنے بعد فرماتے ہیں کہ اقم امر کا صیغہ ہے اور امر کسی چیز کے واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نماز یاد الٰہی کا ذریعہ ہے اور جو ساری نماز میں غافل رہا اور اپنے خیالات میں کھویا رہا وہ ذکر الٰہی کے ساتھ نماز کیسے قائم کر سکتا ہے۔ اور یہی صورتحال آج کے دور کی ہے کہ الاماشاء اللہ چند لوگ ہی ہوں گے جو پوری دلجمعی اور یاد الٰہی میں مگن ہو کے نماز پڑھتے ہوں گے وگرنہ اکثر لوگ دنیاوی مشاغل میں اتنے مصروف ہیں کہ نماز بھی اپنے ہی خیالوں میں مصروف ہو کے پڑھتے ہیں۔

جمعہ کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ساری کائنات پیدا فرمائی اور ان میں سے بعض کو بعض پر فوقیت دی۔ سات دن بنائے اور جمعہ کے دن کو دیگر ایام پر فوقیت دی۔ جمعہ کے فضائل میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ہفتہ کے تمام ایام میں صرف جمعہ کے نام سے ہی قرآن کریم میں سورہ نازل ہوئی ہے جس کی رہتی دنیا تک تلاوت ہوتی رہے گی ان شاء اللہ۔ سورۂ جمعہ مدنی سورہ ہے، اس سورہ میں ۱۱ آیات اور ۲ رکوع ہیں۔ اس سورہ کی آخری ۳ آیات میں نماز جمعہ کا تذکرہ ہے جن میں ایک آیت کریمہ کو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کی فضیلت کے ضمن میں لائے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ([31])

اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن (جمعہ کی) نماز کے لئے اذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر (یعنی خطبہ و نماز) کی طرف تیزی سے چل پڑو۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فَحَرَّمَ الِاشْتِغَالَ بِأُمُورِ الدُّنْيَا وَبِكُلِّ صَارِفٍ عَنِ السَّعْيِ إِلَى الْجُمُعَةِ([32])

اللہ تعالیٰ نے دنیوی امور میں مشغول ہونے کو اور ہر اس کام کو حرام ٹھہرایا جو جمعہ کی طرف کوشش سے روکتا ہے۔

تجزیاتی کلام

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جمعۃ المبارک کے بارے میں جمعہ کے فضائل، آداب، سنن اور شرائط کے عنوان سے باب قائم کیا جس کی پہلی فصل جمعہ کی فضیلت پر مشتمل ہے۔ جس میں قرآن مجید سے بطور استشہاد سورۃ الجمعۃ کی آیت کریمہ ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ جب نداء جمعہ دی جائے تو ہر وہ کام حرام ہو جاتا ہے جو نماز جمعہ میں رکاوٹ کا باعث بنے۔ اس لیے جمعہ کی طرف سعی کرنا یعنی جمعہ کی ادائیگی کے لیے تیاری کرنا فرض ہے۔ مگر عصر حاضر میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو حیلوں اور بہانوں سے بدلا جا رہا ہے کہ جمعہ کے لیے سعی ضروری تھی اور اس کے لیے رب تعالیٰ نے کاروبار کو چھوڑنے اور تیاری کا حکم دیا مگر لوگوں کی دوکانیں ہی دوپہر گیارہ یا بارہ بجے کے قریب کھلتی ہیں جمعہ کی آذان ہوتے ہی تیاری کا حکم تھا مگر لوگوں اپنے کاروبار کو چھوڑنے کی بجائے اپنی رب کے حکم کو چھوڑ دیتے ہیں اور نماز کے لیے تب حاضر ہوتے ہیں جب جماعت کی اقامت کہی جا رہی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سب کو اپنی نافرمانی سے بچائے۔

زکوٰۃ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کو اسلام کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد قرار داور دین کی بڑی علامت نماز کے بعد زکوٰۃ کا ہی ذکر کیا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَأَقِيمُوْا الصَّلَاةَ وَآتُوْا الزَّكَاةَ(33) اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو۔ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزیں ہیں: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور بیت اللہ کا حج کرنا۔(34)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ زکوٰۃ کے باطنی آداب کی باریکیوں کے اندر بیان کرتے ہیں کہ راہ آخرت کے مسافر پر زکوہ سے متعلق کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہے جن کو نمبر وائز بیان کیا ہے اور چوتھے نمبر پر بیان کرتے ہیں:

إِن تُبْدُواْ الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ(35)

اگر تم خیرات ظاہر کر کے دو تو یہ بھی اچھا ہے۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"وَذَلِكَ حَيْثُ يَقْتَضِي الْحَالُ --- من ألقى جلباب الحياء فلا غيبة له"(36)

یہ وہاں ہے جہاں حال ظاہر کرنے کا تقاضا کرتا ہو۔ اور جس نے حیاء کی چادر اتار ڈالی اس کی کوئی غیبت نہیں ہے۔

تجزیاتی کلام

جب اعلانیہ صدقات وزکوٰۃ دینے سے لوگوں کو ترغیب ملتی ہو تو اعلانیہ ہی اس کو دینا چاہیے۔ مثلاً زکوٰۃ دینی ہے اور ایسے علاقہ میں موجود ہے جہاں اس کی ادائیگی میں غفلت کرتے ہیں تو سب کو ظاہر کرکے کہ میں اپنے مال سے زکوٰۃ ادا کر رہا ہوں اس سے دوسروں کو ترغیب ملے گی۔ ایسی صورت میں اس کو ریاکاری شمار نہیں کریں گے جس سے گناہ ہوتا ہے بلکہ یہ ایسی ریاکاری ہے جس سے لوگوں کو اپنے فرض کی ادائیگی میں ترغیب مل رہی ہے تو اس میں حرج نہیں ہوگا۔ اور جہاں سارے لوگ ہی ادائیگی میں غفلت نہ کرتے ہوں تو وہاں چھپ کے بھی دیا جاسکتا ہے تب اس میں کوئی حرج نہیں۔

زکوٰۃ کی ظاہری وباطنی شرائط

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے زکوٰۃ کی ادائیگی کی متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ ادا کرنے والے پر پانچ باتوں کی رعایت کرنا ضروری ہے۔ مثلاً نیت کرنا، سال پورا ہونے پر ادائیگی میں جلدی کرنا، مال کی جگہ قیمت نہ دینا، زکوٰۃ دوسرے شہر کی طرف منتقل نہ کرنا اور مصارف زکوٰہ کی تعداد کے مطابق مال زکوٰۃ تقسیم کرنا۔ تو اس بحث میں آگے چل کر آپ لکھتے ہیں کہ زکوٰۃ لینے والا کیسا ہونا چاہیے۔ تو اس کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ لینے والا تقوی اور علم توحید میں سچا ہو، ہر حال میں مسبب الاسباب پر نظر ہو اور زکوٰۃ لینے والا اپنی ضرورت کو چھپاتا ہو۔ تو اس ضمن میں ذیل کی آیت کریمہ کو بطور استشہاد آپ لائے ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لاَ يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا(37)

ان کے (زُھداً) طمع سے باز رہنے کے باعث نادان (جو ان کے حال سے بے خبر ہے) انہیں مالدار سمجھے ہوئے ہے، تم انہیں ان کی صورت سے پہچان لوگے، وہ لوگوں سے بالکل سوال ہی نہیں کرتے کہ کہیں (مخلوق کے سامنے) گڑ گڑانا نہ پڑے۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"أَيْ لَا يُلِحُّونَ فِي السُّؤَالِ لِأَنَّهُمْ أَغْنِيَاءُ بِيَقِينِهِمْ أَعِزَّةٌ بِصَبْرِهِمْ وَهَذَا يَنْبَغِي أَنْ يُطْلَبَ بالتفحص عن أهل الدين في كل محلة ويستكشف عن بواطن أحول

أَهْلِ الْخَيْرِ وَالتَّجَمُّلِ فَثَوَابُ صَرْفِ الْمَعْرُوفِ إِلَيْهِمْ أضعاف ما يصرف إلى المجاهرين بالسؤال"(38)

یعنی وہ سوال کرنے میں حد سے نہیں بڑھتے کیونکہ وہ اپنے یقین کے سبب غنی اور اپنے صبر کی وجہ سے معزز ہیں۔ لہٰذا ہر محلے میں ایسے دیندار لوگوں کو تلاش کیا جائے اور نیک لوگوں کے اندرونی حالات معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کیونکہ انہیں صدقہ دینے کا ثواب ان لوگوں کی بنسبت کئی گنا زیادہ جو ظاہراً مانگتے ہیں۔

تجزیاتی کلام

اصل حق دار صدقات وزکوۃ کے تو یہی لوگ ہیں جو اپنی سفید پوشی کی بنا پر مانگتے نہیں اور اپنی عزت نفس کی خاطر صبر سے کام لیتے ہیں اور رب تعالیٰ کی ذات پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ عصر حاضر میں یہ بہت بڑا مسئلہ ہے کہ جو مانگتا ہے اس کو دیتے ہیں اور جو نہیں مانگتا اس کو نہیں دیتے ہیں اور جو نہیں سوال کرتا اس کا ظاہر بین سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا مالدار ہے حالانکہ حالات وواقعات سے پتا بھی چل رہا ہوتا ہے کہ ان کو ضرورت ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے ایک شعر میں اشارہ کیا کہ:

اگر پڑھنے کو کچھ نہ میسر ہو تمہیں چہروں پہ لکھے درد کے عنوان پڑھا کر

وہ مانگتے نہیں لیکن ان کی ظاہری صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حقدار ہیں ان کو دینے کا ثواب ان لوگوں کی بنسبت زیادہ ہے جو بظاہر مانگنے والے ہیں جس کی وجہ سے گداگری ایک پیشہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اور صحیح حقدار اپنی ضرورت کو چھپاتا ہے نہ تو چرچا کرتا ہے اور نہ ہی شکوہ کرتا ہے۔ اور وہ کسی بیماری یا معیشت کی تنگی یا اصلاح قلب کی وجہ سے زمین میں چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حج کا بیان

حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے یہ عمر بھر کی عبادت، انجام کار، اسلام کی تکمیل اور دین اسلام کا کمال ہے۔ اور وہ عبادت کس قدر عظمت والی ہے جس کو دین کا کمال قرار دیا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس عنوان کے تحت حج کے ارکان کی تفصیل، سنن وآداب، فضائل اور اسرار کو بیان کیا ہے۔ اور اس کو تین ابواب میں تقسیم کیا ہے پہلا باب میں حج، مکۃ المکرمہ کے فضائل، ارکان اور وجوب کی شرائط کو بیان کیا ہے اور دوسرے باب میں سفر کی ابتداء سے لوٹنے تک ظاہری اعمال کو بیان کیا ہے اور تیسرے باب میں خفیہ اسرار اور باطنی اعمال کا بیان کیا ہے۔ چنانچہ پہلے باب کی پہلی فصل میں چند آیات مبارکہ کو ذکر کیا جس میں ایک آیت ذیل میں بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ (الاعراف 16:7)

میں (بھی) ان (افرادِ بنی آدم کو گمراہ کرنے) کے لئے تیری سیدھی راہ پر ضرور بیٹھوں گا (تاآنکہ انہیں راہِ حق سے ہٹادوں)۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

"أي طريق مكة يقعد الشيطان عليها ليمنع الناس منها"([39])

یعنی اس سے مراد مکہ کا راستہ ہے۔ شیطان اس پر بیٹھتا ہے تاکہ لوگوں کو اس سے روکے۔

تجزیاتی کلام

اولاد آدم کو گمراہ کرنے کے جو طریقے شیطان نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کہے تھے ان میں سے ایک طریقہ کہ میں تیری سیدھی راہ میں بیٹھوں گا تاکہ ان کو گمراہ کرسکوں۔ اس راستہ سے امام غزالی فرماتے ہیں کہ وہ مکہ کا راستہ ہے جدھر لوگ حج کے ارادہ سے اوراپنے آپ کو معاصی سے پاک کرنے کی غرض سے سفر کرتے ہیں۔ شیطان مختلف حیلوں بہانوں سے اللہ کے گھر کی طرف آنے والوں کو کبھی تو اس راستے کی طرف آنے نہیں دے گا اگر آنے بھی دے گا تو ان کو مختلف معاصی میں مبتلا کرکے ان کے حج کو کسی نہ کسی بہانے سے خراب کرنے کی کوشش کرے گا۔ جس سے اس کے اثرات دنیوی واخروی ختم ہوجائیں گے اورلوگوں کو سوائے سفر کرنے کے اور سفر کی صعوبتوں کو برداشت کے سواکچھ حاصل نہ ہوگا۔ عصر حاضر میں شیطان اپنے حیلے بہانوں میں کافی حد تک کامیاب ہورہاہے جس کی ریاکاری، رفث، فسوق اور عصیان جورب تعالیٰ کی طرف سے منع کردہ چیزیں تھیں ان کا سرعام پرچار کروارہاہے۔ اللہ پاک اس کے شر سے سب کو محفوظ ومامون فرمائے۔

لَن يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنكُمْ([40])

ہرگز نہ (تو) اللہ کو ان (قربانیوں) کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون مگر اسے تمہاری طرف سے تقوٰی پہنچتا ہے۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کے ضمن میں فرماتے ہیں:

"وذلك يحصل بمراعاة النفاسة في القيمة كثر العدد أو قل وسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم ما بر الحج فقال العج والثج (2) والعج هو رفع الصوت بالتلبية والثج هو نحر البدن "([41])

اور تقوی تب حاصل ہوتا ہے جب قیمت میں عمدگی کی رعایت کی جائے چاہے تعداد کم ہو یا زیادہ۔

اور رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا حج کی نیکی کیا ہے؟ فرمایا: **العج والثج**۔عج سے مراد بلند آواز سے تلبیہ کہنا اور ثج سے مراد جانور کی قربانی کرنا ہے۔

تجزیاتی کلام

حج کی باریکیوں اور باطنی اعمال کے باب میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دس قابل توجہ آداب کو بیان کیا جن میں سے ایک یہ ہے کہ جانور کا خون بہا کر یعنی قربانی کر کے قرب الٰہی حاصل کرے اگرچہ واجب نہ ہو اور کوشش کرے کہ جانور موٹا تازہ اور عمدہ ہو۔ اس لیے تھوڑی اور اعلیٰ چیز زیادہ اور ادنی چیز سے بہتر ہوتی ہے۔ لیکن قربانی کرنے سے مقصود گوشت نہیں بلکہ نفس کو بخل سے پاک کرنا ہوتا ہے۔ اور تقوی کا حصول تب ہی ممکن ہوتا ہے جب چیز عمدہ اور اس کے لیے قیمت جتنی چاہے ادا کریں تعداد کم یا زیادہ کا اعتبار نہیں۔ عصر حاضر میں قربانی کا مقصد شہرت اور اپنی دولتمندی کی تشہیر اور دکھلاوا ہوتا ہے نہ کہ تقوی۔

تلاوت قرآن مجید

قرآن مجید کے محفوظ رہنے کا سبب اس کی پابندی سے تلاوت اور ظاہری آداب کا لحاظ رکھنا ہے۔ اور قرآن مجید کے آداب و شرائط کو ملحوظ خاطر رکھنا، اس میں باطنی اعمال اور ظاہری آداب کی پاسداری کرنا بھی اس کے محفوظ رہنے کا سبب ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تلاوت قرآن کے مقاصد کو چار ابواب میں ذکر کیا ہے۔ مثلاً پہلا باب قرآن اور قاری قرآن کی فضیلت، دوسرا باب تلاوت کے ظاہری آداب، تیسرا باب تلاوت کے باطنی آداب اور چوتھا باب قرآن پاک سمجھنے اور اس کی تفسیر بالرائے وغیرہ۔ چنانچہ باب دوم تلاوت کے ظاہری آداب کے تحت کے قاری قرآن کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ(42)

یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اس کی عظمت اور حُسن کے جلووں) میں فکر کرتے رہتے ہیں۔

امام غزالی کا موقف

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

فَأَثْنَى عَلَى الْكُلِّ وَلَكِنْ قَدَّمَ الْقِيَامَ فِي الذكر ثم القعود ثم الذكر مضطجعاً"قال علي رضي الله عنه من قرأ القرآن وهو قائم في الصلاة كان له بكل حرف مائة حسنة ومن قرأه وهو جالس في الصلاة فله بكل حرف خمسون حسنة ومن قرأه في غير صلاة وهو على وضوء فخمس وعشرون حسنة ومن قرأه على غير وضوء فعشر حسنات وما كان من القيام بالليل فهو أفضل لأنه أفرغ للقلب"(43)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام کی تعریف فرمائی مگر کھڑے ہو کر ذکر کرنے والوں کو مقدم کیا پھر بیٹھ کر اور لیٹ کر ذکر کرنے والوں کا تذکرہ کیا۔ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو نماز میں کھڑے ہو کر قرآن کی تلاوت کرے اس کے لیے ہر حرف کے بدلے 100 نیکیاں ہیں اور جو بیٹھ کر تلاوت کرے اس کے لیے ہر حرف کے بدلے 50 نیکیاں ہیں اور جو نماز کے علاوہ باوضو تلاوت کرے اور کے لیے 25 نیکیاں ہیں اور جو بغیر وضو تلاوت کرے اس کے لیے 10 نیکیاں ہیں اور رات کا قیام افضل ہے کیونکہ اس وقت دل زیادہ فارغ ہوتا ہے۔

تجزیاتی کلام

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے کی حالت کو بیان کرتے ہوئے بیان کیا کہ وہ باوضو ہونا چاہیے، باادب ہو کر پر سکون حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرکے سر کو جھکائے کھڑا یا بیٹھا ہو۔ یہ کھڑے ہونا نہ تو متکبرانہ ہو اور نہ ہی ٹیک لگاکے یا چوکڑی مار کے بلکہ ایسے بیٹھے جیسے شاگرد استاد کے سامنے باادب بیٹھتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمام ذاکرین کی تعریف کی اور ان ذاکرین میں قیام والوں کو مقدم کیا بیٹھ کر ذکر و تسبیح و تلاوت کلام الٰہی کرنے والوں پر۔ اور بطور شہادت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا جس میں مختلف حالتوں میں تلاوت قرآن کرنے والوں کے اجر کو بیان کیا ہے۔

خلاصہ

قرآن میں "لباسا" ظاہری لباس، "ریشا" زینت، اور "لباس التقوىٰ" باطنی شرم و حیا کا لباس ہے۔ امام غزالی کے مطابق، اللہ نے ظاہری لباس اور باطنی تقویٰ دونوں کا الہام کیا ہے۔ علم کے لیے دل کا برے اخلاق سے پاک ہونا ضروری ہے، کیونکہ علم دل کی عبادت اور اللہ کے قرب کا ذریعہ ہے۔ "کن فیکون" خدا کی تخلیقی قدرت کو ظاہر کرتا ہے، جس سے ہر چیز بلا تاخیر وجود میں آتی ہے۔ نماز اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ہے، جو عبادت، بندگی، اور اجتماعیت کا پیکر ہے، اور اذان نماز کا اعلان ہے۔ صدقات و زکوٰۃ لوگوں کو ترغیب دینے کے لیے اعلانیہ دینا چاہیے۔ اصل حقدار وہ ہیں جو مانگتے

نہیں۔ حج میں عمدہ جانور کی قربانی تقویٰ کے لیے اہم ہے نہ کہ شہرت کے لیے۔ قرآن کی تلاوت باوضو، باادب، اور پرسکون حالت میں کریں۔ حضرت علی کے مطابق، قیام کی حالت میں تلاوت افضل ہے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات(References)

1۔ قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ، رقم الحدیث1037
2۔ سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، رقم الحدیث 223
3۔ النساء4:83
4۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/5
5۔ الاعراف7:26
6۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/5
7۔ التوبہ9:28
8۔ بخاری، صحیح بخاری، کتاب اللباس، رقم الحدیث 5949
9۔ الشوریٰ42:51
10۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/49
11۔ النساء4:5
12۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/58
13۔ قزوینی، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، داراحیاء الکتب العربیہ، حلب، رقم الحدیث 224
14۔ مُصنّف ابن ابی شیبہ: رقم الحدیث26139
15۔ قاری، علی بن محمد مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، دارالفکر بیروت، لبنان، 1422ھ، 2002ء، ج1، ص:301، رقم الحدیث218
16۔ ڈاکٹر ابراہیم انیس، المعجم الوسیط، دارالدعوۃ، قاہرہ، مصر، س،ن، 2:614
17۔ النحل16:40
18۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/102
19۔ بنی اسرائیل17:44
20۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/103
21۔ الانعام6:115

22۔ غزلی، احیاء علوم الدین، 1/125

23۔ حم السجدہ 41:33

24۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/146

25۔ صنعانی، عبد الرزاق بن ہمام، ابو بکر، مصنف عبد الرزاق، المکتب الاسلامی، بیروت، لبنان، 1403ھ، باب فضل الاذان، ج 1، ص 359

26۔ النساء 4:43

27۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، 1995ء، کتاب الوضو، رقم الحدیث 159

28۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، دار الفکر، بیروت، لبنان 1414ھ، ابواب الصلوٰۃ، رقم الحدیث 385؛ احیاء علوم الدین، 1/150

29۔ طٰہٰ 20:14

30۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/159

31۔ الجمعہ 62:9

32۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/178

33۔ البقرہ 2:43

34۔ قشیری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ارکان الاسلام، رقم الحدیث 16

35۔ البقرہ 2:271

36۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/216

37۔ البقرہ 2:273

38۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/220

39۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/239

40۔ الحج 22:37

41۔ غزالی، حیاء علوم الدین، 1/265

42۔ آل عمران 3:191

43۔ غزالی، احیاء علوم الدین، 1/275